رؤف پاریکھ
ایسوسی ایٹ پروفیسر
شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی

تاریخی لغت نویسی: اصول، پس منظر اور بنیاد

(اوکسفرڈ کی لغتِ کلاں اور اُردو لغت بورڈ کی لغت کے تناظر میں)

ABSTRACT

Historical lexicography: principle, background and basis
By Dr. Rauf Parekh, Department of Urdu, University of Karachi.

Historical lexicography is based on the historical principle, also known as philological principle. This article describes this principle and its historical background, viz-a-viz Oxford English Dictionary and Urdu Dictionary Board's 22-Volume dictionary. It also defines various kinds of dictionaries macro-structure and micro-structure of dictionaries, with reference to lexical semantics.

اُردو لغت بورڈ کی بائیس (۲۲) جلدوں پر مبنی ''اُردو لغت (تاریخی اصول پر)'' کی تکمیل کے بعد ضروری ہے کہ اس پر تحقیق وتنقید کے ذریعے اس میں اضافے اور ترامیم کی جائیں تا کہ اس کے نئے ایڈیشن کو بہتر سے بہتر بنایا جا سکے۔

تاریخی اصولوں پر لکھی گئی لغت کے اصول اور مسائل پر کچھ عرض کرنے سے قبل اس امر کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ تاریخی اصولوں کی لغت نویسی ہے کیا۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اُردو میں تاریخی لغت نویسی کے اصولوں کے بارے میں بہت ہی کم لکھا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اُردو میں تاریخی اصولوں پر لکھی گئی واحد لغت، یعنی اُردو لغت بورڈ کی لغت ''اُردو لغت (تاریخی اصول پر)''، پر جن اہلِ قلم واہلِ علم نے اظہارِ خیال کیا ہے (بلکہ اسے شدید نکتہ چینی کا نشانہ بنایا ہے) بصد ادب اور بصد معذرت عرض ہے کہ ان میں سے بھی بعض کو یہ علم نہیں ہے کہ تاریخی اصولوں کی لغت نویسی ہوتی کیا ہے اور اس کے اصول ہیں کیا۔ اس لاعلمی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اُردو میں علمِ لغت (lexicology) کے موضوع پر شاید ہی کچھ لکھا گیا ہو اور لغت نویسی (lexicography) اور اصولِ لغت پر جو کچھ لکھا بھی گیا ہے اس میں سے بیشتر عمومی اور نظری ہے، اس میں تکنیکی یا عملی پہلو بہت کم ہیں۔ دوسرے یہ بھی ہے کہ اُردو میں لغت نویسی اور اس کے متعلقات پر لکھنے والوں میں سے کم ہی ہیں جو خود لغت نویس ہوں اور باقاعدہ، عملی طور پر لغت نویسی کے کام سے منسلک رہے ہوں۔ لغت نویسی کے تاریخی اصول کی وضاحت کی زحمت بھی اُردو لغت بورڈ کی لغت پر تنقید کرنے والے کسی نقاد

نے نہیں کی۔ نتیجہ یہ کہ بورڈ کی لغت کے اصول سمجھے بغیر اس پر کی گئی تنقید کا خاصا حصہ غلط اور غیر متعلق ہے۔

اس مقالے کا مقصد تاریخی لغات کی تعریف پیش کرنے کے ساتھ تاریخی اصول کی لغت نویسی کی بنیادوں کی وضاحت اور اس اصول کی تشکیل کے پس منظر کا جائزہ لینا بھی ہے۔ اس مقالے میں اوکسفرڈ کی تاریخی اصولوں پر لکھی گئی شہرۂ آفاق لغتِ کلاں کا پس منظر بھی بیان کیا گیا ہے کیونکہ اُردو لغت بورڈ کی لغت انہی خطوط پر مرتب کی گئی ہے جن پر اوکسفرڈ کی انگریزی لغتِ کلاں کی تدوین ہوئی۔ یہاں اسی ضمن میں کچھ انگریزی لغت نویسی کی تاریخ بھی بیان کی گئی ہے۔

تاریخی اصول کی وضاحت کے لیے اس مقالے میں لغت کی اقسام اور لغت کی ساختِ کبیر اور ساختِ صغیر کا بھی کچھ ذکر ہے۔

لغت کی ساختِ کبیر اور ساختِ صغیر

لغت یا ڈکشنری (dictionary) کی ساخت کو بنیادی طور پر دو طرح دیکھا جاتا ہے: کبیر اور صغیر۔

لغت کی ساختِ کبیر یا میکرو اسٹرکچر (macrostructure) سے مراد ہے لغت میں الفاظ کی تعداد اور ترتیب۔ یعنی یہ امر کہ لغت میں کتنے اور کون کون سے الفاظ کس ترتیب سے شامل ہیں اس کی ساختِ کبیر ہے(۱)۔ اس ساخت کی عمومی صورت الف بائی (alphabetical) ترتیب ہوتی ہے، اگرچہ یہ کسی اور طرح بھی ہوسکتی ہے، مثلاً یہ ممکن ہے کہ لغت کے اندراجات کو حروفِ تہجی کی ترتیب کی بجائے موضوعات کے لحاظ سے مرتب کیا جائے، یا تاریخی استعمال کے لحاظ سے (سن وار یا ادوار کے لحاظ سے) ترتیب دیا جائے یا استعمال کی کثرت کے لحاظ سے، جسے تعددِ استعمال (frequency) بھی کہا جاتا ہے(۲)۔

معجم یعنی تھیسارس (thesaurus) میں اور موضوعاتی لغات میں اندراجات بنیادی طور پر حروفِ تہجی کی ترتیب سے نہیں ہوتے بلکہ انھیں موضوعات کے لحاظ سے مرتب کیا جاتا ہے۔ یہ بنیادی ترتیب ہوتی ہے گو اس میں اور تھیسارس میں بھی بنیادی ترتیب کے بعد الفاظ الف بائی ترتیب ہی سے درج کیے جاتے ہیں۔ اس کی مثال میں ''اُردو تھیسارس'' (مرتبہ رفیق خاور، مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان) دیکھا جاسکتا ہے جو انگریزی کے مشہور تھیسارس Roget's thesaurus کا ایک طرح سے ترجمہ ہے۔ اسی طرح لغت کے اندراجات کی تعداد بھی ساختِ کبیر کا حصہ سمجھی جاتی ہے۔ بعض لغات کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے اور وہ ایک لاکھ تک اندراجات پیش کرتی ہیں، بعض چھوٹی لغات (مثلاً طالب علموں کے لیے مرتب کی گئی لغات) کا دائرہ اتنا وسیع نہیں ہوتا اور وہ پچیس تیس ہزار الفاظ کے اندراج کو کافی خیال کرتی ہیں۔ یہ ترتیب اور یہ تعداد ہی ساختِ کبیر ہے۔

گویا لغت کا بنیادی یا مرکزی جزو جو الفاظ یا مرکبات کی فہرست پر مشتمل ہوتا ہے (اور جسے اندراجات یا راس

الفاظ یعنی ہیڈ ورڈز (headwords) کی فہرست بھی کہا جاتا ہے) مجموعی طور پر لغت کی ساختِ کبیر کہلاتا ہے۔

جبکہ لغت کی ساختِ صغیر یا مائکرو اسٹرکچر (microstructure) سے مراد ہے لغت کے اندراجات کے بارے میں تفصیلی معلومات اور ان کو پیش کرنے کا انداز (۳)۔ یعنی لغت میں درج الفاظ و مرکبات وغیرہ کی تشریح، تلفظ، مختلف معنی اور ان کی شقیں، لفظ کے مختلف املے، قواعدی حیثیت، استعمال، مثالیہ جملے یا اشعار، اشتقاق، ماخذ زبان وغیرہ کی پیش کش۔ آیا یہ سب لغت میں ہوں گے یا ان میں سے کچھ ہوں گے، اور جو ہوں گے وہ کتنی تفصیل سے یا کس انداز سے ہوں گے (مثلاً بعض لغات اشتقاق یا ماخذ زبان کی نشان دہی نہیں کرتیں، بعض سرسری اور بعض تفصیل سے کرتی ہیں)، تلفظ کی وضاحت کس طرح ہوگی، ان تمام امور کا فیصلہ لغت کی ساختِ صغیر کو طے کرتا ہے۔ بوسیونسن کے مطابق بعض ماہرین نے بنیادی اندراج یا راس لفظ (headword) کو بھی ساختِ صغیر کی تعریف میں شامل کرلیا ہے لیکن اس کے بقول یہ تعریف زیادہ عام نہیں (۴)۔ غالباً درست بھی نہیں ہے۔

بعض قاری لغت کی ساختِ صغیر کو آسانی سے نہیں سمجھ پاتے اور ان کی رہ نمائی کے لیے لغت کے آغاز میں مختلف جدول یا نقشے دیے جاتے ہیں جن میں وضاحت سے بتایا جاتا ہے کہ لغت کی ساختِ صغیر میں سے کون سے جزو کے بارے میں کتنی معلومات دی گئی ہیں اور ان تک رسائی کیسے ہوگی۔ مثلاً مخففات کی فہرست دی جاتی ہے، علامات اور اشارات کی وضاحت کی جاتی ہے اور انگریزی کی بعض لغات تو لغت کا ایک صفحہ نمونے کے طور پر آغاز میں لگا کر اس پر مختلف عنوانات کی چیپیاں (labels) اور تیر کے رہ نما نشان اور لکیریں بنا کر قاری کے لیے سہولت پیدا کرتی ہیں کہ وہ لغت کی ساختِ صغیر کو سمجھنے میں آسانی محسوس کریں اور کسی مخصوص قسم کی معلومات کی تلاش فوری طور پر کی جاسکے۔

گویا الفاظ کے اندراجات اور تعداد و ترتیب کا معاملہ ساختِ کبیر اور اس کے بعد لغت کا بقیہ حصہ یعنی الفاظ کی تشریح، تلفظ اور دیگر تفصیلات ساختِ صغیر میں شامل ہیں۔

لغت نویسی کی اقسام اور تاریخی لغت

لغت کی قسمیات یعنی ٹائپولوجی (typology) کو دیکھا جائے تو لغات کی تقسیم وقت اور زمانے کے لحاظ سے بھی کی جاتی ہے۔ بوسیونسن (Bo Svensen) نے وقت کی بنیاد پر لغت کی قسمیں بیان کی ہیں۔ اس کے مطابق لغت یک زمانی (synchronic)، دوزمانی (diachronic)، تاریخی (historical) اور ہم عصر (contemporary) ہوسکتی ہے۔ یک زمانی لغت میں کسی مخصوص یا محدود مدت کے دوران میں کسی زبان کی حالت بیان کی جاتی ہے۔ دوزمانی لغت میں زبان کے مطالعے کی مدت طویل تر ہوتی ہے۔ تاریخی لغت کسی قدیم زمانے کی زبان کا حال بیان کرتی ہے۔ ہم عصر لغت میں معاصر اور زبان اور الفاظ کا احاطہ کیا جاتا ہے (۵)۔ بوسیونسن (Bo

Svenson) نے ان اقسام کو ملا کر لغت کی مزید چار اقسام بیان کی ہیں جو یہ ہیں:

یک زمانی تاریخی لغت (synchronic historical dictionary)

اس قسم کی لغت میں ماضی کے کسی خاص دور میں زبان کی حالت ریکارڈ کی جاتی ہے، مثلاً چودھویں صدی کے کسی ادیب کی زبان کی لغت (۶)۔ جیسے ہمارے ہاں بعض پرانے شعرا کے کلام کی فرہنگیں بنائی گئی ہیں، مثلاً فرہنگِ نظیر اکبر آبادی یا فرہنگِ کلامِ میر۔

دو زمانی تاریخی لغت (diachronic historical dictionary)

اس لغت میں کسی وسیع تر یا طویل دور میں زبان کا ارتقا بیان ہوتا ہے، مثلاً قرونِ وسطیٰ کے حصۂ آخر کو ایک لسانی دور مان کر اس پورے دور کی زبان کی لغت (۷)۔ ہمارے ہاں اس طرح کی چند ایک لغات بنی ہیں، گو ان میں کچھ کمیاں ہیں، جیسے قدیم اُردو کی لغت (از جمیل جالبی)، اُردو کے خوابیدہ الفاظ (مرتبہ اُردو سائنس بورڈ) اور اٹھارھویں صدی کی اُردو شاعری کی فرہنگ (از ذکاالدین شایان)۔

یک زمانی ہم عصر لغت (synchronic contemporary dictionary)

یہ اپنے دور کی زبان کا بیان کرتی ہے۔ یہ لغت کی سب سے عام قسم ہے اور جب ایک عام آدمی لفظ لغت یا ڈکشنری سنتا ہے تو اس کے ذہن میں جو مفہوم آتا ہے اس پر ''یک زمانی ہم عصر لغت'' ہی کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ عمومی یک زبانی لغات اسی قسم کے تحت آتی ہیں (۸)۔ تاہم عملاً دیکھا جائے تو کوئی بھی عمومی یک زبانی لغت سو فی صد ''یک زمانی ہم عصر لغت'' نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے کیونکہ کسی بھی زمانے میں لغت سے استفادہ کرنے والوں میں اس زبان کے جاننے والوں کی کم از کم تین نسلیں موجود ہوتی ہیں اور وہ سب مکمل طور پر ''ہم عصر'' نہیں ہوتے اور ان کی زبان، ذخیرۂ الفاظ اور محاورات میں بہر حال کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ گویا ہر زمانے کی زبان میں دو تین زمانے جھلک رہے ہوتے ہیں، ثانیاً، عمومی لغات میں ان الفاظ کا اندراج بھی کرنا پڑتا ہے جو قدیم ادب میں استعمال ہوئے ہوں اور چاہے عام استعمال میں نہ ہوں لیکن بعض پڑھنے والے ان کے معنی جاننے کے متمنی رہتے ہیں (۹)۔ لہٰذا کوئی بھی یک زمانی ہم عصر لغت قدیم زمانے کے الفاظ سے بے نیاز نہیں رہ سکتی۔ اس کی مثال میں ہمارے ہاں علمی اُردو لغت، فیروز اللغات اور نسیم اللغات وغیرہ کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

دو زمانی تاریخی ہم عصر لغت (diachronic historical-contemporary dictionary)

اس لغت میں نہ صرف کسی زبان کا مختلف ادوار میں ارتقا دکھایا جاتا ہے بلکہ یہ اس ارتقا کو اپنے دور کی زبان تک لے آتی ہے۔ گویا یہ تاریخ کے ہر دور کی زبان کا بیان ہے اور خود اپنے زمانے کی زبان کا بھی۔ لہٰذا یہ تاریخی بھی ہے، دو زمانی

بھی اور ہم عصر بھی۔ عرفِ عام میں اسی کو تاریخی لغت کہتے ہیں (۱۰)۔ انگریزی میں اس کی مثال اوکسفرڈ کی بڑی لغت یا لغتِ کلاں یعنی اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری (Oxford English Dictionary) ہے جو عرفِ عام میں مختصراً ''او ای ڈی'' (OED) کہلاتی ہے۔ اس میں انگریزی زبان کا ہر لفظ اور ہر دور کی انگریزی زبان کا لفظ ہے، چاہے متروک ہو یا رائج، شاذ ہو یا قدیم (کم از کم ہدف یہی تھا کہ اس میں انگریزی کا ہر لفظ ہوگا جیسا کہ اُردو لغت بورڈ کی لغت کا بھی بنیادی مقصد یہی تھا کہ اس میں اُردو کا ہر لفظ ہوگا)۔ جرمن زبان میں بھی ایک ایسی لغت ہے جس کا نام بوسیونسن نے یوں دیا ہے:

Grimm's Deutsche Worterbuch, Tresor de la langue francaise, etc.(۱۱)

اُردو میں دو زمانی تاریخی ہم عصر لغت یا تاریخی لغت کی مثال اُردو لغت بورڈ کی بائیس جلدوں پر محیط ''اُردو لغت (تاریخی اصول پر)'' ہے۔

تاریخی لغت نویسی (historical lexicography)

تاریخی لغت نویسی (historical lexicography) کا کام تاریخی اصولوں پر لغت کی تدوین ہے۔ تاریخی اصولوں پر لکھی گئی لغت کو ''تاریخی لغت'' (histroical dictionary) بھی کہتے ہیں (۱۲)۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا تاریخی لغت دراصل ''دو زمانی تاریخی ہم عصر لغت'' ہوتی ہے۔ تاریخی اصولوں پر لکھی گئی لغت میں کسی زبان کے ذخیرۂ الفاظ کو تمام تاریخی ادوار اور زمانی تناظر میں اور تسلسل میں دیکھا جاتا ہے۔ ایسی لغات کا بنیادی کام کسی لفظ کی تاریخ کو اس نظر سے دیکھنا ہوتا ہے کہ اس لفظ (یا مرکب) کا اولین استعمال زبان میں کب شروع ہوا، اس کے معنی میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں اور ممکنہ طور پر اس کے مختلف املا بھی مدنظر رکھے جاتے ہیں۔

تاریخی لغات کسی خاص زمانے میں زبان کا ارتقا بھی بیان کرتی ہیں، ان میں قدیم اور متروک الفاظ بھی درج کیے جاتے ہیں اور وہ ہر لفظ (جس کا اندراج بطور راس لفظ یعنی ہیڈ ورڈ (headword) ہوتا ہے) کی تاریخ کے بارے میں بھی معلومات فراہم کرتی ہیں (۱۳)۔ جبکہ یک زمانی ہم عصر لغات صرف الفاظ کی تشریح کرتی ہیں اور وہ بھی کسی خاص یا مقررہ زمانے کی حد تک۔ اور یہ زمانہ بالعموم عصر حاضر ہی ہوتا ہے اگرچہ انھیں پچھلے کچھ ادوار میں رائج الفاظ بھی درج کرنے پڑتے ہیں (۱۴)۔ لیکن شاید ہی کوئی ہم عصر یک زمانی لغت صحیح معنوں میں ''یک زمانی'' ہو سکتی ہے، مثلاً انھیں وہ الفاظ مع معنی بھی درج کرنے پڑتے ہیں جو معاشرے میں مقبول قدیم ادب میں پائے جاتے ہیں، جیسے شیکسپیئر کے ڈراموں کے کئی الفاظ آج کی انگریزی لغات میں موجود ہیں اگرچہ وہ سترھویں صدی عیسوی کے ہیں اور آج شاذ و نادر ہی استعمال کیے جاتے ہیں (۱۵)۔

عمومی لغات (general dictionaries) قاری کے لیے خاص قسم کی معلومات فراہم کرتی ہیں اور

قارئین کے کسی خاص حلقے کو ذہن میں رکھ کر مرتب کی جاتی ہیں، مثلاً ذخیرۂ الفاظ کی مخصوص حد بندی یا محدود تعداد (جیسے درسی لغت)، تلفظ کی وضاحت کا طریقہ، لفظوں کی اصل یا اشتقاق (etymology) (وغیرہ کی تفصیل یا اختصار۔ عمومی لغات بالعموم یک لسانی ہوتی ہیں، گو یہ دولسانی بھی ہوسکتی ہیں (جیسا کہ اوکسفرڈ کی عمومی لغت کنسائز انگلش ڈکشنری (Oxford Concise English Dictionry) کا ''ترجمہ'' شان الحق حقی صاحب نے اُردو میں کیا)۔ عمومی لغات میں زیادہ زور لفظوں کے رائج معنوں پر ہوتا ہے اور اس میں ایسے الفاظ بالعموم درج نہیں کیے جاتے جو بالکل متروک یا بہت قدیم ہوں یا شاذ و نادر ہی استعمال ہوتے ہوں۔

لیکن تاریخی لغات (یعنی دوزمانی تاریخی ہم عصر لغات) میں بالکل متروک، بہت قدیم اور شاذ یا نادر الفاظ بھی شامل ہوتے ہیں اور ان کے متروک معنی، شاذ معنی، تکنیکی یا اصطلاحی معنی مختلف ادوار میں بدلتے ہوئے معنی اور جدید معنی بھی درج ہوتے ہیں۔ تاریخی لغات کی تدوین و ترتیب کا آغاز دراصل تقابلی اور تاریخی لسانیات کے زیر اثر ہوا اور ان میں لفظ کے معنوں میں تبدیلی کو بھی محفوظ کیا جاتا ہے۔ یہ ایک طرح سے ''لفظ کی سوانح عمری'' بھی ہوتی ہے کہ تاریخ کے کس دور میں کس لفظ کے کیا معنی رہے ہیں (۱۶)۔ تاریخی لغت دوزمانی بھی ہے اور ہم عصر بھی لہٰذا اس میں جدید الفاظ و اصطلاحات یا پرانے اور رائج الفاظ کے نئے معنی اور نئے محاورات بھی شامل ہوتے ہیں۔

تاریخی لغت نویسی ایک پیچیدہ عمل ہے۔ اس میں بنیادی طور پر تاریخی اصول کو مدنظر رکھنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم پہلے دیکھتے ہیں کہ تاریخی اصول ہے کیا۔

تاریخی اصول اور اوکسفرڈ کی لغتِ کلاں

''تاریخی اصول'' کو انگریزی میں historical principle کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کے لیے پہلے philological principle کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی تھی۔ اُردو میں فلولوجی (philology) کا لفظ کسی زمانے میں لسانیات کے لیے بھی استعمال کیا جاتا تھا اور اُردو میں اس کا ترجمہ علم اللسان بھی کیا جاتا تھا۔ لیکن موجودہ دور میں فلولوجی ایک طرح سے لسانیات (linguistics) کی شاخ ہے جس کا تعلق تقابلی و تاریخی لسانیات سے ہے۔

تاریخی اصول سے کیا مراد ہے، اس کا آغاز کیسے اور کب ہوا اور کس نے کیا؟ چونکہ اوکسفرڈ کی عظیم لغت تاریخی اصولوں پر مرتب کی گئی اور اس اصول کا اطلاق پہلے وہیں ہوا لہٰذا مختصراً یہ دیکھ لیا جائے کہ اوکسفرڈ کی لغتِ کلاں کیا ہے، اس کا کیا پس منظر ہے اور یہ اصول کیسے بنا اور کیسے اس کا اطلاق ہوا۔ اس ضمن میں ایک اہم ماخذ سائمن ونچسٹر (Simon Winchester) کی کتاب The meaning of everything ہے۔ یہ دراصل اوکسفرڈ کی اس عظیم و ضخیم لغت کی تاریخ ہے۔ اوکسفرڈ کی چھوٹی بڑی دیگر لغات سے قطع نظر اس کی بڑی یا کلاں لغت ایک طویل عرصے کی

محنت اور صرفے سے تیار ہوئی۔

اوکسفرڈ کی یہ بڑی لغت یا لغتِ کلاں نہ صرف دنیائے لغت نویسی میں ایک عظیم کارنامہ سمجھی جاتی ہے بلکہ اسی کو دیکھ کر اُردو لغت بورڈ کی تاریخی اصولوں پر مبنی لغت کا ڈول ڈالا گیا۔ خود اوکسفرڈ کی لغت کے لیے معیار اس سے پہلے لکھی ہوئی بعض لغات بنیں، بالخصوص چارلس رچرڈسن (Charles Richardson) کی لغت، جن کا ذکر اس مقالے میں آگے آ رہا ہے۔

ونچسٹر نے انگریزی لغت نویسی کی تاریخ بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ مختلف لغت نویس انگریزی کے پورے ذخیرۂ الفاظ کو اپنی لغت میں مکمل طور پر سمونے کا خواب دیکھتے رہے۔ مختصراً یہ کہ ایک کے بعد ایک لغت آتی گئی جو پہلے سے زیادہ اندراجات پر مبنی ہوتی تھی (۱۷)۔ لیکن یہ سیمویل جانسن (Samuel Johnson) ہی تھا جس کی ۱۷۵۵ء میں شائع ہونے والی دو جلدوں پر مبنی تہلکہ خیز لغت A dictionary of the English language ایک گھریلو نام بن گئی اور جس نے اگلے ایک سو سال کے لیے، بلکہ بعض کے نزدیک ہمیشہ کے لیے، یہ طے کر دیا کہ انگریزی لغت کیسی ہونی چاہیے اور اس کا معیار کیا ہوگا (۱۸)۔ جانسن کی لغت اگلے سو سال تک چھپتی رہی اور اس کے بے شمار ایڈیشن نکلے۔ انگریزی زبان کے تیزی بدلتے رنگ روپ اور غیر زبانوں کے الفاظ کو آسانی سے کو جذب کر لینے کی خوبی کی وجہ سے اسے حیرت انگیز ہی کہنا چاہیے کیونکہ عام طور پر لغت پیچھے رہ جاتی ہے اور زبان آگے بڑھ جاتی ہے (ویسے بھی زبان لغت کے پیچھے نہیں چلتی بلکہ لغت کو زبان کے پیچھے چلنا پڑتا ہے)۔ تیزی سے بدلتی زبان کی لغت اور بھی تیزی سے پیچھے رہ کر از کار رفتہ ہو جاتی ہے۔ سو سال تو بڑی مدت ہے، اچھی سے اچھی لغت بھی دس بیس سال کے بعد متروک نہیں تو محدود سی لگنے لگتی ہے اور چالیس پچاس سال کے بعد تو اس میں بڑی کمیوں کا احساس ہونے لگتا ہے۔

اٹھارھویں صدی کے ربع ثانی میں یہ خیال نہ صرف اہل علم و ادب بلکہ کتب فروشوں کے ذہن میں بھی جڑ پکڑ چکا تھا کہ انگریزی کی کسی ایسی لغت کی ترتیب ناگزیر ہو چکی ہے جسے مستند اور ''معیاری'' (standard) کہا جا سکے (۱۹)۔ اس قسم کا کام اٹلی اور فرانس میں پہلے ہی ہو چکا تھا اور فرانسیسی اکادمی ساٹھ (۶۰) برس کی مدت میں فرانسیسی کی مستند لغت تیار کر چکی تھی (۲۰)۔ لیکن انگلستان میں ایسی کوئی اکادمی نہ تھی۔ البتہ انگریزی کے معروف ادیب الیگزنڈر پوپ (Alexander Pope) نے ایک معیاری انگریزی لغت کی تیاری کا فیصلہ کر لیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے انگریزی کے ایسے معروف و معتبر لکھنے والوں کی فہرست بھی تیار کر لی تھی جن کی تحریروں سے اس لغت میں سند لی جانی تھی (۲۱) لیکن اس سے پہلے کہ اس منصوبے پر کچھ کام ہوتا ۱۷۴۴ء میں الیگزنڈر پوپ چل بسا اور یہ کام آخر کار سیمویل جانسن کو کرنا پڑا۔

ایک خبط اُس زمانے کے انگریزی لغت نویسوں کو یہ تھا کہ انگریزی زبان کو ''پاک، پوتر اور خالص'' رکھا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ ممکن نہیں تھا۔ دنیا کی ہر زبان بدلتی رہتی ہے اور اس زبان کی لغت کو ان تبدیلیوں کا ساتھ دینا پڑتا ہے۔ جانسن کو اس حقیقت کا احساس تھا کہ لغت نویس کا کام زبان کی ''تخلیق'' نہیں بلکہ محض اس کو ریکارڈ کرنا ہے (۲۲)۔ اس سے پہلے عام خیال یہ تھا کہ لغت کو تجویزی (prescriptive) ہونا چاہیے یعنی وہ بتائے کہ زبان کو ''کیسا ہونا چاہیے''۔ پہلے تو سیموئیل جانسن بھی اسی بات کا قائل تھا لیکن بعد میں اس نے اپنے ایک پیش رو بنجمن مارٹن (Benjamin Martin) کی اس بات سے اتفاق کر لیا کسی زبان کے بارے میں یہ حکم لگانا کہ اسے کیسا ہونا چاہیے نامناسب بات ہے اور یہ ممکن بھی نہیں کہ کسی زبان کے تمام مسائل اور معیارات کو طے کر دیا جائے (۲۳)۔ اور اگر ایسا ممکن ہو بھی تو زبان ہر وقت بدلتی رہتی ہے۔ بہر حال، مختصراً یہ کہ جانسن قائل ہو گیا کہ لغت کو تجویزی نہیں بلکہ وصفی یا تشریحی (descriptive) ہونا چاہیے (۲۴)۔ یعنی وہ یہ بتائے کہ زبان ''کیسی ہے''، نہ کہ یہ طے کرے کہ اسے ''کیسا ہونا چاہیے''۔

اس مسئلے کو طے کرنے کے بعد کہ اسے اپنی لغت میں یہ نہیں بتانا کہ زبان کو کیسا ہونا چاہیے بلکہ یہ بتانا ہے کہ زبان کیسی ہے اور کس طرح استعمال کی جا رہی ہے، جانسن نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ زبان کو ''ریکارڈ'' کرے گا یعنی دیکھے گا کہ مختلف ادوار میں کسی لفظ کو کیسے کیسے استعمال کیا گیا (۲۵)۔ نو سال تک جانسن نے نامساعد حالات میں تنِ تنہا ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان سے اسناد نکالیں تا کہ یہ دیکھے کہ ادیبوں اور شاعروں نے الفاظ کو کس طرح استعمال کیا ہے اور اس بنیاد پر یہ فیصلہ کر سکے کہ کس لفظ کے کیا معنی ہیں۔ یعنی لغت نویس یہ حکم نہیں لگا سکتا کہ فلاں لفظ کے معنی یہ ہیں یا فلاں لفظ غلط ہے اور فلاں صحیح ہے۔ وہ صرف یہ بتانے کا مکلف ہے کہ زبان میں کوئی لفظ کس طرح اور کن کن معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے۔ ونچسٹر کے مطابق یہ وہ سوچ تھی جس نے زبان کے بارے میں تصورات اور لغت نویسی دونوں کا رخ ہی بدل دیا۔ جانسن نے یہ دیکھنا شروع کیا کہ انگریزی کے اہلِ قلم نے کسی لفظ کو کس طرح اور کن معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس نے مختلف لفظوں کے استعمال کو انگریزی ادب کی تاریخ کے آئینے میں دیکھا کہ کس زمانے میں کس ادیب نے کس لفظ کو کن معنوں میں استعمال کیا، کس طرح مختلف صدیوں میں اہلِ قلم نے ان کو نئے اور الگ معنی میں استعمال کر لیا اور کس طرح لفظوں کے معنی وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے گئے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ کسی زبان کی تاریخ کو ریکارڈ کرنے کا اس سے بہتر طریقہ اور کوئی ہے بھی نہیں (۲۶)۔

کسی نئی لغت میں جن الفاظ کا اندراج ہوتا ہے ان کے مآخذ تین (۳) ہو سکتے ہیں۔ ایک، موجودہ لغات میں موجود الفاظ؛ دوسرے، گفتگو میں سنے جانے والے الفاظ؛ تیسرے، ادبی متون میں پائے جانے والے الفاظ (۲۷)۔

جانسن نے اس تیسرے ماخذ پر زیادہ انحصار کیا اور اپنا وقت اور پیسے بچانے کے لیے طے کیا کہ وہ ۱۵۸۶ء، یعنی وہ سال جس میں سر فلپ سڈنی (Philip Sidney) کا انتقال ہوا، سے پہلے چھپی ہوئی کسی کتاب سے سند نہیں لے گا۔ اس طرح اس نے جیفرے چاسر (Geoffrey Chaucer) کی کینٹر بری ٹیلز (The Canterbury Tales) سے بھی سند نہیں لی (۲۸)۔ حالانکہ قدیم انگریزی ادب اور زبان میں چاسر کا بڑا درجہ سمجھا جاتا ہے۔ جانسن کی لغت میں تینتالیس ہزار پانچ سو (۴۳،۵۰۰) اندراجات ہیں اور اس کے لیے اس نے ایک لاکھ اٹھارہ ہزار (۱۱۸،۰۰۰) اسناد دی ہیں (۲۹)۔

بقول ونچسٹر کے یہ انگریزی کے ساتھ انصاف نہیں تھا کیونکہ اس زبان کا ذخیرۂ الفاظ کہیں زیادہ وسیع ہے اور جانسن کے بعد لکھی گئی لغات میں بھی یہ تعداد ستر اسی ہزار سے زیادہ نہیں تھی، مثلاً اگلی صدی میں ویبسٹر (Webster) کی لغت (مطبوعہ ۱۸۲۸ء) میں بھی ستر ہزار کے قریب اندراجات تھے (۳۰)۔ ویبسٹر کی لغت بنیادی طور پر امریکی انگریزی کی لغت تھی اور وہ بھی اتنی ہی مقبول ہوئی اور اتنی ہی بڑی تعداد میں چھپی جتنی جانسن کی لغت، لیکن ایک تو ویبسٹر کی لغت میں اندراجات کی تعداد زیادہ تھی۔ دوسرے جانسن نے اپنی لغت میں کہیں کہیں اپنی حسِ مزاح اور نرالے پن کا کچھ زیادہ ہی اظہار کیا ہے اور اس کی لغت میں بعض اندراجات کی تشریح درحقیقت طنزیہ ہے یا مزاحیہ۔ مثلاً اس نے لفظ lexicographer (یعنی لغت نویس) کی تشریح کرتے ہوئے اپنی لغت میں لکھا ہے:

a harmless drudge,a writer of dicionaries ....۔ اس کا ترجمہ تو نہیں لیکن مفہوم کچھ یوں بیان ہوسکتا ہے: ''لغت لکھنے والا، بے ضرر شخص جو کان دبا کر چپ چاپ مشقت کا کام کرے۔''

یہ درست ہے کہ اسے اپنی لغت کی تدوین میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور اسے اس کا معقول معاوضہ بھی نہیں ملا لہٰذا یہ اس کے دلی جذبات کا اظہار تھا۔ لیکن لغت میں اس طرح کی جذباتی یا طنزیہ تعریفات کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس کے مقابلے میں ویبسٹر خشکی کی حد تک سنجیدہ انسان تھا اور اس کی لغت بھی جانسن کی لغت ہی کی طرح آنے والے دور کے لغت نویسوں کے لیے ایک معیار اور کسوٹی بن گئی۔

بعد کے زمانے میں سیموئیل جانسن اور ویبسٹر کی انگریزی لغات کی حریف اگر کوئی لغت تھی تو وہ چارلس رچرڈسن (Charles Richardson) کی لغت A new dictionary of the Englsih language تھی جو ۱۸۳۷ء میں شائع ہوئی۔ رچرڈسن کے ہاں یہ جدت تھی کہ اس نے لفظوں کے معنی لکھتے وقت تشریح کو چھوڑ کر ادب سے لیے گئے مثالیہ جملوں پر زیادہ زور دیا اور یہ دکھایا کہ الفاظ کس کس طرح اور کن کن معنوں میں استعمال کیے گئے ہیں (۳۱)۔

گو الفاظ کے استعمال کی ادب سے اسناد سیموئیل جانسن نے بھی دیں اور بڑی تعداد میں دیں لیکن چارلس رچرڈسن ہی صحیح معنوں میں لغت نویسی کے تاریخی اصول کا بانی تھا اور اسی نے سب سے پہلے تاریخی اصولوں پر مبنی لغت تالیف کی۔ اس کے لیے اس نے طے کیا کہ انگریزی زبان کے مختلف تاریخی ادوار ہیں اور ہر لفظ جو لغت میں لکھا جائے اس کے استعمال کی سند ہر تاریخی دور کے اہلِ قلم سے دینی ضروری ہے۔ اس طرح لفظ کا خاص مفہوم اور اس مفہوم کے استعمال میں تسلسل ثابت ہو جاتا ہے۔ قواعد اور معنیات کے ماہرین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ لفظ کا استعمال ہی مفہوم کو طے کرتا ہے، ورنہ کسی لفظ کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔ اور کسی لفظ کے جو معنی ہوتے ہیں وہ محض استعمال ہی کی وجہ سے ٹھہرائے گئے ہیں ورنہ وہ لفظ محض آوازوں کا مجموعہ ہے (۳۲)۔

رچرڈسن نے طے کیا کہ انگریزی زبان کے ارتقا کے چار مختلف ادوار ہیں (۳۳):

پہلا دور، ۱۳۰۰ء سے لے کر ملکہ الزبتھ اول کی تخت نشینی یعنی ۱۵۵۸ء تک۔

دوسرا دور، ۱۵۵۸ء سے انگلستان میں بادشاہت کی بحالی یعنی ۱۶۶۰ء تک۔

تیسرا دور، ۱۶۶۰ء سے جارج اول کی بادشاہت کے خاتمے یعنی ۱۷۱۴ء تک (یہ سب سے مختصر دور ہے)۔

چوتھا دور، ۱۷۱۴ء سے انیسویں صدی بلکہ ۱۸۱۸ء تک (جب رچرڈسن کی لغت شائع ہونا شروع ہوئی)۔

یہاں ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ یہی اصول دنیا کی دوسری زبانوں کے لیے بھی کارآمد ہے، بس فرق یہ ہے کہ ہر زبان کا اپنا آغاز او ارتقا ہے اور اس زبان کی اور اس کے ادب کی تاریخ کے اپنے مختلف ادوار ہیں۔ لہٰذا اگر کسی زبان کے ادوار طے کر لیے جائیں اور الفاظ کے مخصوص مفہوم میں استعمال کی اسناد ان ادوار کے ادب سے دے دی جائیں تو گویا یہ اس زبان کے الفاظ کی تاریخ اور اس زبان کی تاریخی لغت نویسی کی بنیاد ہوگی۔ اُردو لغت بورڈ کی لغت میں بھی یہی تاریخی اصول کارفرما ہے۔

ہارٹ مین اور گریگری جیمز کے بقول تاریخی لغت لفظ کی ''سوانح عمری'' ہوتی ہے (۳۴)۔ رچرڈسن نے کوشش کی کہ اس کی لغت میں درج کیے گئے ہر لفظ کی سند ہر اس دور سے دے جس جس دور میں وہ لفظ وجود رکھتا تھا۔ اس طرح اس لفظ کی ''سوانح عمری'' سامنے آ جائے گی اور اسی طریقے سے لغت کا قاری اس بات سے بجا طور پر واقف ہو سکے گا کہ کہ اس لفظ کے استعمال کا بہترین انداز کیا ہے (۳۵)۔ اس کا خیال تھا کہ لغت میں تشریح درج کرنا ''تجویزی'' (prescriptive) اور ''غیر متعلقہ'' (irrelevant) ہوتا ہے اور بہتر یہی ہے کہ لغت میں یہ دکھایا جائے کہ اب تک مختلف ادوار میں اس لفظ کو کس طرح اور کن معنوں میں استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اسی سے یہ طے ہو سکتا ہے کہ آئندہ اس لفظ کو کس طرح استعمال کرنا ہے۔ یہی اصول عام طور پر ''تاریخی اصول'' کہلایا اور اسی نے رچرڈسن کو دنیائے لغت نویسی میں

شہرتِ عام اور بقائے دوام عطا کی ہے(۳۶)۔

لیکن یہ احساس بڑھ رہا تھا کہ انگریزی کا ذخیرۂ الفاظ بہت زیادہ وسیع ہے مگر نہ جانسن نہ رچرڈسن اور نہ ویبسٹر ہی نے اس کے ساتھ انصاف کیا ہے۔ایک عام خیال یہ تھا کہ ایسی کوئی لغت وجود نہیں رکھتی جس میں انگریزی کے ذخیرۂ الفاظ کو مکمل طور پر سمیٹ لیا گیا ہو۔اس احساس کا باقاعدہ اظہار ۱۸۴۲ء میں ہوا جب انگلستان میں مجلسِ لسان یا فلولوجیکل سوسائٹی (Philological Society) بنائی گئی۔ابتدا میں اس مجلس کا رجحان تمام زبانوں کی طرف تھا لیکن بعد میں یہ انگریزی زبان کی طرف زیادہ راغب ہوگئی۔۱۸۵۷ء میں مجلس کے کچھ ارکان جن میں پادری رچرڈ چینویکس ٹرینچ (Richard Chenevix Trench) بھی شامل تھا، اس نتیجے پر پہنچے کہ انگریزی کی مروجہ لغات اطمینان بخش حد تک اچھی نہیں ہیں اور اس مسئلے کا کچھ حل نکالنا چاہیے(۳۷)۔یہ پادری ٹرینچ وہی صاحب ہیں جن کی لفظوں کی اصل سے متعلق کتاب The study of words بہت مشہور ہوئی تھی اور اسی سے متاثر ہو کر احمد دین نے اپنی مشہور اُردو کتاب ''سرگزشتِ الفاظ'' لکھی (اور اس میں اپنی جانب سے بہت کچھ لکھنے کے ساتھ بہت کچھ ٹرینچ کی اصل کتاب سے بھی لے لیا، اگرچہ دیباچے میں اس کا اعتراف کیا ہے)۔بہرحال، مجلس نے اپنی ایک ذیلی مجلس یا کمیٹی بنائی جس کا کام یہ دیکھنا تھا کہ انگریزی کے کون کون سے الفاظ انگریزی کی لغات میں شامل ہونے سے رہ گئے ہیں۔اس کمیٹی کا نام unregistered words committee رکھا گیا اور اس کے ارکان نے کتابوں، اخبارات اور رسائل کے علاوہ گفتگو میں آنے والے ان الفاظ کا جائزہ لینا شروع کیا جو انگریزی کی لغات میں درج نہیں تھے(۳۸)۔

کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں انگریزی لغات کی کئی خامیاں بیان کیں، مثلاً متروک الفاظ لغات میں نہیں تھے، الفاظ کی اصل اور ان کی تاریخ ناکافی تھی، اہم معنی غائب تھے، مترادفات کے فرق کو نظر انداز کر دیا گیا تھا اور اہم بات یہ کہ اسناد کے طور مثالیہ جملے دیتے وقت بڑی تعداد میں اہم مآخذات کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔لہٰذا طے کیا گیا کہ ایک نئی مستند اور ضخیم انگریزی لغت کی اشد ضرورت ہے لیکن یہ لغت نہ تو پرانی لغات کا چربہ ہوگی، نہ ان کا بہتر ایڈیشن ہوگی اور نہ ان کا ضمیمہ ہوگی۔بلکہ ایک بالکل نئی اور الگ لغت ہوگی جس میں ''ہر چیز'' (everything) کے معنی درج ہوں گے، اس میں پوری انگریزی زبان کا احاطہ کیا جائے گا، اس میں انگریزی کا ہر لفظ ہوگا اور ہر لفظ کے ہر معنی کی وضاحت ہوگی(۳۹)۔نیز یہ کہ اس میں ہر لفظ کا صحیح تلفظ اور اشتقاق ہوگا۔ایک اور اہم بات یہ تھی کہ اس میں رچرڈسن کے ''تاریخی اصول'' کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر لفظ کی ''سوانح عمری'' یعنی ہر دور میں اس کے معنی اور استعمال کی مثالیں بھی ہوں گی، یہ بھی درج ہوگا کہ یہ لفظ کب سے انگریزی زبان میں مستعمل ہے اور کس طرح ہر دور میں اس کے معنی بدلتے گئے(۴۰)۔

ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا منصوبہ تھا لیکن ٹرینچ نے فلولوجیکل سوسائٹی کے ارکان کو اس بات پر قائل کر لیا کہ ایک

ایسی نئی، عظیم انگریزی لغت بنائی جانی ضروری ہے جو ہر لحاظ سے مکمل ہو اور اس میں ہر چیز ہو اور جو انگریز قوم کی عظمت کے شایانِ شان ہو (۴۱)۔ ٹرینچ کی تقریر کے ایک سال بعد سوسائٹی نے باضابطہ طور پر اس ضمن میں ایک قرارداد منظور کی۔ ۱۸۶۰ء میں اس لغت کی تیاری کے اصول اور رہنما خطوط پر مبنی ایک کتابچہ شائع کیا گیا جس میں اس لغت کی تیاری کے لیے تفصیلات اور ہدایات موجود تھیں (۴۲)۔ جیمز مرے (James Murray) کے مطابق فلولوجیکل سوسائٹی نے ایک جامع ضخیم اور مستند لغت، جس کا نام A new Englsih dictionary on historical principles رکھا گیا تھا، کے لیے جو مواد جمع اور تیار کیا تھا اسی پر اوکسفرڈ کی بڑی لغت اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کی بنیاد رکھی گئی (۴۳)۔

ارکانِ مجلس کو احساس تھا کہ یہ ایک طویل منصوبہ ہے اور اس میں دس سال لگ سکتے ہیں۔ لیکن اس لغت کی تکمیل ۱۹۲۸ء میں ہو سکی جب اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ گویا اس کام میں اڑسٹھ (۶۸) برس لگ گئے (۴۴)۔ (ہمارے ہاں اسی طرح کی لغت یعنی اُردو لغت بورڈ کی لغت باوجود وسائل کی قلت کے باون (۵۲) برس میں تیار کر لی گئی)۔ کہنا آسان ہے، لیکن کوئی اڑسٹھ سال یا باون برس کسی منصوبے پر عمل کرنے بیٹھے اور مختلف قسم کی مشکلات کا سامنا کرے تب معلوم ہو کہ کرنا کتنا مشکل ہے اور کہنا کتنا آسان ہے۔ سائمن ونچسٹر نے اس لغت کی اڑسٹھ سال میں تکمیل کا قصہ بڑے دل چسپ انداز میں سنایا ہے لیکن ظاہر ہے کہ ہم یہاں اس تفصیل کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ مختصراً یہ کہ ۱۸۸۲ء میں اس کی طباعت کا آغاز ہوا، کئی مدیران آئے اور چلے گئے یا چل بسے، کئی اختلافات ہوئے، کئی بار لگا کہ کام ٹھپ ہو گیا ہے، کئی بار عملہ مایوس ہوا کہ شاید یہ کام ناممکن ہے، مخالفین اور معترضین نے ناطقہ بند کر دیا، کئی بار عملے کے ارکان اور مدیران بالکل ہمت چھوڑ بیٹھے، مخالفتوں اور رکاوٹوں کی وجہ سے منصوبہ بالکل بند ہوتے ہوتے بھی بچا، لیکن آخرِ کار ہر طرح کی مشکلات پر قابو پا لیا گیا۔ اس کی طباعت کراسوں کی شکل میں شروع ہوئی اور پہلا کراسہ جنوری ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا جس میں حرف اے (A) سے شروع ہونے والے آٹھ ہزار تین سو پینسٹھ (۸،۳۶۵) اندراجات تھے۔ یہ کام پادری ٹرینچ کی تقریر کے ستائیس (۲۷) برس بعد ہوا۔ اور اپریل ۱۹۲۸ء میں اس خواب کی مکمل تعبیر آئی جو ٹرینچ اور اس کے ساتھیوں نے ستر (۷۰) سال قبل دیکھا تھا (۴۵)۔

اس لغت کی تیاری میں جیمز مرے کا تو خیر بڑا ہاتھ تھا ہی کہ اس نے ایک طویل عرصے تک اس لغت کی ادارت کی اور کئی مخالفتوں اور مشکلات کا مقابلہ کیا۔ لیکن اس کا ایک بڑا کارنامہ یہ بھی تھا کہ جو اصول اس نے ابتدا میں وضع کیے تھے وہ آخر تک کام آئے۔ یہاں تک کہ جب ۱۹۳۳ء میں لغت کے ضمیمے شائع ہونے شروع ہوئے (لغت میں جو کمی رہ گئی تھی اور جو الفاظ درج ہونے سے رہ گئے تھے یہ ضمیمے ان کے اضافے کے لیے تھے) تب بھی جیمز مرے کے اصول اور معیار برقرار تھے (۴۶)۔ ضمیموں اور اضافوں کی بات ہو رہی ہے تو یہ بھی بتا دیا جائے کہ رابرٹ برک فیلڈ (Robert

(Burchfield) نے اس لغت کے ضمیمے چار جلدوں میں تیار کیے جو ۱۹۷۲ء اور ۱۹۸۶ء کے درمیان چھپتے رہے اور اس نے پچاس ہزار اندراجات کا اس میں اضافہ کیا(۴۷)۔

بہر حال، یہ عظیم منصوبہ تقریباً ستر سال میں تکمیل سے ہم کنار ہوا اور اس میں با قاعدہ ملازمین کے علاوہ کئی رضا کاروں نے بھی کام کیا اور بالخصوص اسناد کی فراہمی کے لیے۔ ان میں سے ایک شخص ڈاکٹر ولیم چیسٹر مائنر (William Chester Miner) بھی تھا جو جیل سے اسناد بھیجا کرتا تھا۔ یہ سرجن تھا اور جیمز مرے کا خیال تھا کہ شاید یہ جیل کا ڈاکٹر ہوگا۔ ڈاکٹر تو وہ تھا لیکن نفسیاتی مریض بھی تھا اور وہاں قتل کے جرم میں سزا کاٹ رہا تھا۔ اس نے جیل سے اکیس سال تک نہایت قیمتی اسناد فراہم کیں اور بعض الفاظ کی سند صرف اسی نے مہیا کی(۴۸)۔ ایک اور صاحب نے بھی طویل عرصے تک اسناد فراہم کیں جن کا نام فزڈورڈ ہال (Fitzedward Hall) تھا۔ یہ عجیب وغریب شخص کئی مشرقی و مغربی زبانوں کا ماہر تھا اور کنگز کالج میں سنسکرت کا پروفیسر تھا۔ لیکن ایک علمی تنازع کی وجہ سے اسے اس کے عہدے سے ہٹا دیا گیا اور وہ شہر چھوڑ کر ایک دور دراز مقام پر واقع ایک گاؤں میں رہنے چلا گیا اور پھر اس کے اہل خانہ بھی اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس نے زندگی کے بقیہ بتیس سال اسی تنہائی میں بتا دیے اور وہ بھی اس طرح کہ اپنے چھوٹے سے مکان سے شاذونادر ہی باہر آتا تھا۔ وہ برسوں تک لغت کے لیے اسناد، تجاویز اور تراشے بھیجتا رہا۔ لغت کے پروف انتہائی باریک بینی اور جاں فشانی سے پڑھتا اور تقریباً روزانہ جیمز مرے کو خط لکھتا۔ لیکن اس کی اور لغت کے مدیر جیمز مرے کی کبھی ملاقات نہ ہوئی(۴۹)۔

اب ذرا ایک جھلک ملاحظہ کیجیے کہ ستر سال میں مکمل ہونے والے اس منصوبے کو انگریز قوم نے کتنی اہمیت دی (اور پھر یہ بھی یاد کر لیجیے گا کہ اسی طرح کا کارنامہ جب اُردو لغت بورڈ (کراچی) نے انجام دیا تو کیسی سرد مہری کا مظاہرہ کیا گیا)۔ انگریز ادیبوں اور صحافیوں نے اس کی جو پذیرائی کی اور تعریفی مضامین لکھے ان کی تفصیل اور دیگر تفصیلات میں جائے بغیر عرض ہے کہ اس موقعے پر باقاعدہ تقریب ۶/ جون ۱۹۲۸ء کو لندن میں منعقد کی گئی اور سرکاری عشائیہ دیا گیا تھا۔ اس میں صرف ڈیڑھ سو مہمانوں کو مدعو کیا گیا تھا اور یہ تمام نمایاں شخصیات تھیں۔ مدعوئین میں ادیب، شیوخ الجامعات، سائنس دان، صحافی، تاریخ نویس اور برطانوی امرا کے علاوہ برطانوی وزیر اعظم اسٹینلے بالڈوِن اور لغت کے مدیران اور عملہ شامل تھا۔ اس موقعے پر لغت کی تکمیل کا باقاعدہ اعلان کیا گیا اور صرف دو سیٹ اعزازی طور پر پیش کرنے کا اعلان کیا گیا، ایک انگلستان کے بادشاہ جارج پنجم کو اور دوسرا امریکی صدر کو(۵۰)۔ گویا باقی شائقین کو لغت خریدنی پڑی۔

یہ لغت دس جلدوں پر مبنی تھی لیکن اس کی تجلید بارہ جلدوں میں کی گئی کیونکہ دو جلدیں ایسی تھیں کہ بہت زیادہ ضخیم ہو جاتیں لہٰذا انھیں دو حصوں میں چھاپا گیا، اس کی پہلی نو جلدیں اس کے پرانے نام سے چھپیں یعنی A new English

dictioanry کے نام سے، بعد میں اس کا نام Oxford English Dictionary کر دیا گیا (۵۱)۔

مکمل ہونے پر پہلے ایڈیشن میں پندرہ ہزار چار سو نوے (۱۵،۴۹۰) صفحات تھے جن میں چار لاکھ چودہ ہزار آٹھ سو پچیس (۸۲۵، ۴۱۴) اندرجات تھے، ان میں اٹھارہ لاکھ ستائیس ہزار تین سو چھے (۱،۸۲۷،۳۰۶) مختصر مثالیہ اقتباسات بطور اسناد پیش کیے گئے تھے۔ ان اقتباسات کا انتخاب ایسے پچاس لاکھ اقتباسات سے کیا گیا تھا۔ جو لغت کے دفتر میں محفوظ اور مرتب کیے گئے تھے۔ ان اقتباسات کی مدد سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ کسی لفظ کا استعمال انگریزی میں کب شروع ہوا، ان کو کن معنوں میں استعمال کیا گیا، ان میں کب کب کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں اور گویا انگریزی زبان کیسے کیسے روپ بدلتی گئی (۵۲)۔ ونچسٹر کا خیال ہے کہ یہ دنیا کی عظیم ترین لغت ہے اور شاید آئندہ بھی رہے گی کیونکہ یہ جس زبان کی لغت ہے وہ دنیا کی اہم ترین زبان ہے (۵۳)۔

یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کا کام ۱۹۲۸ء میں ختم ہو گیا کیونکہ لغت کا کام کبھی ختم نہیں ہوتا۔ زبان بدلتی رہتی ہے، الفاظ معنی بدل لیتے ہیں، نئے الفاظ وجود میں آجاتے ہیں اور زبان کا انداز و اسلوب بھی بدل جاتا ہے، کبھی کبھی قواعد میں بھی کچھ معمولی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں، ان سب تبدیلیوں کو ''ریکارڈ'' کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ تو طے ہے کہ لغت کو تجویزی نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے زبان کے پیچھے چلنا چاہیے اور زبان میں ہونے والی تبدیلیوں کو محفوظ کرنا چاہیے۔ اس طرح سماجی، تہذیبی، سائنسی، فنی، ادبی اور لسانی تبدیلیاں بھی محفوظ ہو جاتی ہیں کیونکہ ان تبدیلیوں کو ظاہر کرنے والے الفاظ لغت میں یا اس کے نئے ایڈیشن میں شامل ہو جاتے ہیں یا ان کی تعریف و تشریح بدل جاتی ہے۔

اوکسفرڈ کی بڑی لغت کا دوسرا اضافہ و ترمیم شدہ ایڈیشن ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ اس کی بیس جلدیں ہیں جن کے اکیس ہزار سات سو تیس صفحات ہیں جن میں چھے لاکھ پندرہ ہزار (۶۱۵،۰۰۰) اندراجات ہیں اور چوبیس لاکھ چھتیس ہزار چھے سو (۲۴۳۶۶۰۰) مثالیہ اقتباسات ہیں۔ اس کے تیسرے ایڈیشن کی تیاری کا کام جاری ہے اور پچھلے ایڈیشنوں کی طرح وثوق سے کہنا مشکل ہے کہ یہ کب مکمل ہوگا (۵۴)۔

لغوی معنیات اور تاریخی لغت نویسی

لغت نویسی کے علاوہ معنیات اور قواعد کا بھی بنیادی اصول یہ ہے کہ کسی لفظ کے کوئی معنی نہیں جب تک وہ کسی مرکب یا جملے میں استعمال نہ ہو۔ نیز ایک لفظ کے جو مختلف معنی ہو سکتے ہیں وہ بھی جملے یا مرکب میں استعمال اور اس استعمال میں تسلسل ہی سے واضح ہوتے ہیں۔ مثلاً اُردو میں ''آب'' کے معنی پانی بھی ہیں، چمک بھی۔ لہٰذا جب تک لفظ ''آب'' کسی جملے یا مرکب میں نہ آئے اس کے مخصوص معنی اور قواعدی حیثیت (کہ مذکر ہے یا مونث، واحد ہے یا جمع، اسم ہے یا فعل) کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا، جیسے اُردو میں ''آب'' اگر پانی کے معنوں میں ہے تو مذکر ہے

اور چمک کے معنوں میں ہے تو مونث ہے۔ اسی طرح بعض اوقات لفظ کی ظاہری شکل ایک ہی ہوتی ہے لیکن وہ مصدر بھی ہوسکتا ہے اور اسم بھی۔ جیسے ''پالنا'' اُردو میں مصدر بھی ہے (مثلاً: بچوں کو پالنا آسان نہیں) اور اسم بھی (مثلاً: بچے کا پالنا ٹوٹ گیا)۔ اسی طرح بعض الفاظ جمع ہونے کے باوجود اُردو میں واحد کے معنوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں، مثلاً ''سلطان'' بادشاہ کے معنوں میں آتا ہے اور اس کی جمع ''سلاطین'' ہے لیکن ''سلاطین'' اردو میں ''مقید شہزادے'' کو بھی کہتے تھے اور اس کی جمع سلاطینوں بھی استعمال ہوتی تھی (گو ناواقف اسے غلط ہی قرار دے گا)۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے جہاں دارشاہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی ابتدائی تعلیم محصور سلاطین کے طور پر ہوئی تھی، پھر حواشی میں لکھا ہے کہ ''اصطلاح میں سلاطین اس شہزادے کو کہتے تھے جو قلعۂ معلّٰی میں نظر بند ہوتا تھا (اس کی جمع ''سلاطینوں'' ہے) (۵۵)''۔ گویا یہاں سلاطین کا لفظ بادشاہ کی جمع کے طور پر نہیں آیا بلکہ ایک اور مفہوم میں بطور واحد آیا ہے اور یہ معنی استعمال سے واضح ہوتے ہیں۔

ایسے اور بھی کئی الفاظ ہیں جو بظاہر جمع ہیں اور اُردو میں واحد کے معنی میں بھی مستعمل ہیں، مثال کے طور پر ''افواہ'' دراصل عربی لفظ ''فوہ'' بمعنی ''منھ'' کی جمع ہے۔ لیکن اُردو میں واحد (جیسے: ایک نئی افواہ پھیل گئی ہے) کے طور پر بھی آتا ہے۔ یہ بات استعمال ہی سے واضح ہوتی ہے۔ اسی طرح لفظ کچھ سے کچھ ہوجاتے ہیں۔ جیسے لفظ ''اجنہ'' چاہے عربی میں ''جنین'' کی جمع ہو، اُردو میں ''جنّ'' کی جمع کے طور پر نیز واحد کے طور پر بھی آتا ہے (۵۶)۔

بسا اوقات کوئی لفظ بالکل مختلف مفہوم میں استعمال ہوتا ہے گو اس کا شاذ و نادر ہی استعمال ہو، مثلاً لفظ ''حضرت'' کو شہر کے لیے استعمال کرنا۔ تحسین فراقی صاحب نے نکلسن کے کشف المحجوب کے انگریزی ترجمے پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فارسی اور اُردو کی کلاسیکی روایات میں سلطنت کے پایۂ تخت کے نام سے قبل ''حضرت'' لکھتے تھے، جیسے حضرت دہلی یا حضرتِ بغداد۔ گویا حضرت کا لفظ دار السلطنت یا پایۂ تخت کے معنی میں بھی آتا ہے (۵۷)۔ یہ بہت اہم بات ہے اور لغت میں لفظ حضرت کے ان معنوں کا اندراج ان لوگوں کے لیے بالخصوص مفید ہوسکتا ہے جن کا کلاسیکی ادب کا مطالعہ کم ہے، جیسے طالب علم، یا وہ لوگ جنھیں مخصوص حالات یا کام میں اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور لغت میں معنی کی اس شق کی عدم موجودگی سے انھیں الجھن ہوسکتی ہے، جیسے مترجمین یا غیر ملکی۔

نیز یہ کہ بعض الفاظ بعض علاقوں میں رائج ہوتے ہیں لیکن اسی زبان کے بولنے والے لوگوں کے دوسرے علاقے میں غیر معیاری یا گنوارو سمجھے جاتے ہیں۔ علاقائی تحتی بولیوں یا ڈائلکٹ (dialect) کے الفاظ اسی ذیل میں آتے ہیں۔ فیلن نے اپنی لغت میں ایسے کئی الفاظ اور مرکبات درج کرکے وضاحت بھی کی ہے کہ مثلاً یہ لفظ بھوج پوری کا ہے۔ یہی حال دکنی اُردو کے بعض الفاظ کا بھی ہے۔ اور یہ سب استعمال ہی سے معلوم ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ لفظ کے معنی اس کے استعمال میں تسلسل سے طے ہوتے ہیں۔ کوئی لفظ کسی زمانے میں رائج تھا اور کچھ عرصے بعد اس کا استعمال نہیں ملتا تو گویا اب وہ متروک ہے۔ اسی طرح لفظ معنی بدل لیتے ہیں، مثال کے طور پر اُردو میں لفظ ''رنڈی'' اور ''مجرا'' پہلے برے معنوں میں رائج نہیں تھے اور باغ و بہار میں لفظ رنڈی ''عورت'' (عام عورت) کے معنی میں آیا ہے۔ اسی طرح مجرا پہلے ''سلام'' کے معنی میں رائج تھا (۵۸)۔ اُردو لغت بورڈ کی لغت میں بعض الفاظ مختلف املا کے ساتھ لکھے گئے ہیں، جس پر بعض نقادوں نے سوچے سمجھے بغیر شدید اعتراض بھی اٹھائے ہیں، مثلاً منہ یا منھ کو موں، مؤ اور مونہہ وغیرہ بھی لکھا گیا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہ سارے املا کسی نہ کسی دور کے لحاظ سے درست ہیں چاہے آج جس املا کو بھی درست مانا جائے۔ ان سارے مختلف املوں کی اسناد مختلف ادوار میں ملتی ہیں اور تاریخی لغت میں ان سب کو ریکارڈ کیا جانا ضروری تھا۔ یہ تمام امور تاریخی لغت کے مرتب یا مدیر کے لیے انتہائی دل چسپی اور اہمیت کے حامل ہیں۔ کیونکہ اسے ان سب کو تاریخی لغت میں سمونا اور دوسرے لفظوں میں الفاظ اور زبان کی تاریخ کو ریکارڈ کرنا ہوتا ہے۔ لیکن بعض نقاد جنھیں یہ علم ہی نہیں کہ تاریخی اصول کیا ہے املا کے معاملے میں بورڈ کی لغت پر طنز کے تیر برساتے رہے۔

کسی زبان کا کوئی لفظ کب سے استعمال ہوتا چلا آ رہا ہے، کس طرح اور کن معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے، اور کب کس طرح معنی بدلتا رہا ہے، کب رائج ہوا، کب متروک ہوا، کب نئے معنی میں آ گیا، کب ایک معنی متروک ہو گئے اور دوسرے رائج ہو گئے، کب کیسے لفظ نے ہجے بدل لیے، نیا املا کب سے رائج ہوا، ان سب باتوں کو دیکھنا گویا اس لفظ کی تاریخ کو مختلف ادوار میں دیکھنا ہے۔ یہی تاریخی اصول ہے۔ گویا کسی لفظ کو پوری تاریخ میں اور مختلف تاریخی ادوار میں اس طرح دیکھنا کہ اس کے اولین استعمال، اس کے معنوں میں تبدیلی یا اس کے متروک ہو جانے نیز اس کے ہجے اور املا میں تبدیلی کا مطالعہ کیا جائے اور اس کا ثبوت استعمال سے اسناد کے ذریعے پیش کیا جائے تاریخی اصول کہلاتا ہے۔

تاریخی اصولوں پر مرتب کی گئی لغت میں یہ بتانا ہوتا ہے کہ کسی لفظ کا استعمال اس زبان میں کب سے شروع ہوا، کس کس زمانے میں کن کن معنوں میں رائج رہا اور کب کن معنوں میں متروک ہو گیا۔ چونکہ لفظ کے معنی اس کے ستعمال سے طے ہوتے ہیں لہٰذا تاریخی اصولوں کی لغت میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ ہر لفظ کے ہر معنی کے استعمال کا ثبوت پیش کیا جائے۔ اور یہ ثبوت کسی مستند نثر نگار یا شاعر کی تحریر سے دیا جاتا ہے جسے مثالیہ شعر یا مثالیہ جملہ کہنا چاہیے۔ اسی کو سند کہتے ہیں۔ گویا ہر لفظ اور اس کے ہر ہر مختلف معنی میں استعمال کی سند دینی لازمی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر سیموئیل جانسن کی لغت اور دیگر انگریزی لغات میں بھی دیکھا اور بورڈ کی لغت میں بھی یہی اصول کارفرما ہے۔

گویا اصول یہ طے ہوا کہ اگر کسی لفظ کے استعمال کی سند اس زبان کے اہل قلم کے ہاں ہر دور میں ملتی ہے تو گویا وہ لفظ ہر دور میں رائج رہا ہے، کبھی متروک نہیں ہوا۔ لیکن اگر کسی لفظ کے استعمال کی یا اس کے کسی مخصوص مفہوم میں استعمال

کی سند کسی خاص دور کے بعد نہیں ملتی تو وہ لفظ کم از کم اس مفہوم میں تو متروک ہی ٹھہرے گا۔ جیسا کہ ہم نے اوپر لفظ رنڈی اور مجرا کی مثال میں دیکھا۔

تاریخی لغت لفظ کے صرف مروجہ معنی نہیں دیتی بلکہ وہ بتاتی ہے کہ لفظ کا ارتقا کیسے ہوا اور اس کے وہ تمام معنی اسناد کے ساتھ درج کرتی ہے جن میں وہ لفظ مختلف تاریخی ادوار میں رائج رہا ہے۔ اس کے لیے وہ ان معنی کو بھی درج کرتی ہے جن معنی میں وہ لفظ سب سے پہلے رائج رہا ہے، خواہ وہ معنی اب رائج ہوں یا نہ ہوں۔ مختلف معنوں میں لفظ کے اندراج کے ساتھ ساتھ تاریخی لغت ہر معنی کی ہر دور سے سند بھی دیتی جاتی ہے اور اس میں قدیم ترین سند یہ بتاتی ہے کہ اس لفظ کا ان معنوں میں سب سے پہلے استعمال کب ہوا۔ اسی لیے ہر سند کے ساتھ سال درج کیا جاتا ہے۔ اس سال کے اندراج پر بھی نقادوں نے بورڈ کو نشانۂ طنز و تعریض بنایا، یہ جانے بغیر کہ کسی سند کے ساتھ سال درج کرنے کے کیا اصول اور معیار بورڈ نے طے کیے ہیں اور یہ کیوں ضروری ہیں۔

تاریخی لغت کی ساخت کبیر و صغیر

تاریخی لغت کی ساختِ کبیر اور ساختِ صغیر دیگر عام لغات سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ تاریخی لغت کی ساختِ کبیر کی سب سے اہم بات یہ ہوتی ہے کہ اس میں ہر لفظ شامل کرنا ہوتا ہے، چاہے وہ قدیم اور متروک ہونے کے ساتھ ساتھ قدیم املا ہی کا حامل کیوں نہ ہو۔ تاریخی لغت کی ساختِ صغیر، جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے، نہ صرف مختلف معنی، مختلف تلفظ، مختلف قواعدی حیثیت کی اسناد کے ساتھ وضاحت سے مشروط ہے بلکہ اس میں مختلف اسناد کے ساتھ وہ سال بھی درج کرنا ہوتا ہے جس میں وہ سند شائع ہوئی تھی۔

بورڈ کی لغت پر کیے گئے اعتراضات

گو اُردو لغت بورڈ کی لغت میں اعتراضات کی خاصی گنجائش ہے لیکن ان کی درست نشان دہی بہت کم کی گئی ہے۔ اُردو لغت بورڈ نے اسناد اور سال کے اندراج کے لیے کیا اصول بنائے، املا، تحتی مرکبات اور ساختِ کبیر و صغیر سے متعلق دیگر کیا اصول و معیار طے کیے، ان کی غرض و غایت اور اسباب کیا تھے انھیں مناسب طور پر جانے بغیر بعض نقادوں اور محققین نے کس طرح ٹھوکریں کھائیں اور کس طرح غلط اور بے بنیاد اعتراضات تاریخی اصول سے ناواقفیت کی بنا پر کیے، یہ ایک الگ مقالے کا موضوع ہے۔

حواشی:

(۱) آر۔آر۔کے ہارٹ مین اور گریگری جیمز، (R.R.K.Hartmann and Gregory James) Dictionary of lexicography (لندن: روٹلج، ۱۹۸۸ء)، ص ۹۲۔۹۱؛ نیز لغت کی ساختِ صغیر پر مختلف آرا کے لیے

ملاحظہ ہو: علی احمد، A study of the microstructure of monolingual Urdu dictionaries مشمولہ دراساتِ اُردو (Annual of Urdu studies)، میڈیسن: وسکانسن یونی ورسٹی، شمارہ ۲۴، (۲۰۰۹ء)، ص ۵۴-۷۰

(۲) بو سیونسن، (Bo Svensen)، A handbook of lexicography، (کیمرج: کیمرج یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۹ء)، ص ۳۶۸-۳۷۸

(۳) ہارٹ مین اور گریگری جیمز، محولہ بالا، ص ۹۴۔

(۴) بوسیونسن، محولہ بالا، ص ۳۴۴۔

(۵) ایضاً، ص ۲۳۔

(۶) ایضاً۔

(۷) ایضاً۔

(۹) ایضاً۔

(۱۰) ایضاً۔

(۱۱) ایضاً۔

(۱۲) ہارٹ مین اور گریگری جیمز، محولہ بالا، ص ۶۸۔

(۱۳) ہنری بجوئنٹ (Henry Bejoint)، Modern lexicography: an introduction، (اوکسفرڈ: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۰ء)، ص ۳۴۔

(۱۴) ایضاً۔

(۱۵) ایضاً۔

(۱۶) ہارٹ مین اور گریگری جیمز، محولہ بالا، ص ۶۸۔

(۱۷) سائمن ونچسٹر، (Simon Winchester)، The meaning of everything، (نیو یارک: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۸-۲۶

(۱۸) ایضاً، ص ۲۷۔

(۱۹) جیمز مرے، (James Murray) The evolution of English lexicography، (لندن: سی ایس آئی پی پبلشنگ پلیٹ فارم، ۲۰۱۴ء)، ص ۲۲۔

(۲۰) ایضاً، ص ۲۳۔

(۲۱) ایضاً۔

(۲۲) سائمن ونچسٹر، محولہ بالا، ص ۳۰۔

(۲۳) ایضاً۔

(۲۴) لغت کے تجویزی اور تشریحی ہونے کے مسئلے پر تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: رؤف پاریکھ، لغوی مباحث (لاہور: مجلس ترقیٔ ادب، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۸۹-۱۹۴

(۲۵) سائمن ونچسٹر، محولہ بالا، ص ۳۰

(۲۶) ایضاً، ص ۳۰، ۳۱۔

(۲۷) ایضاً، ص ۳۱۔

(۲۸) ایضاً، ص ۳۲

(۲۹) ایضاً، ص ۳۲۔

(۳۰) ایضاً، ص ۳۶۔۳۵

(۳۱) ایضاً، ص ۳۵۔

(۳۲) اس ضمن میں لفظ و معنی کے مباحث کے لیے ملاحظہ ہو: رؤف پاریکھ، لسانیاتی مباحث، (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۵۳۔۱۳۶

(۳۳) ان ادوار کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: سائمن ونچسٹر، محولہ بالا، ص ۳۵۔

(۳۴) Dictionary of lexicography، ص ۶۸۔

(۳۵) سائمن ونچسٹر، محولہ بالا، ص ۳۵۔۳۶

(۳۶) ایضاً، ص ۳۶۔

(۳۷) ایضاً، ص ۳۹۔۴۱

(۳۸) جیمز مرے، محولہ بالا، ص ۲۷۔۲۸؛ نیز سائمن ونچسٹر، محولہ بالا، ص ۳۶۔۳۹

(۳۹) سائمن ونچسٹر، محولہ بالا، ص ۴۱۔

(۴۰) ایضاً۔

(۴۱) ایضاً، ص ۴۵۔۴۲

(۴۲) ایضاً، ص ۴۵۔

(۴۳) The evolution of English lexicography، ص ۲۸۔

(۴۴) ایضاً، ص ۴۵۔

(۴۵) سائمن ونچسٹر، محولہ بالا، ۱۴۰۔۱۳۹

(۴۶) ایضاً، ص ۲۳۹۔۲۳۸۔

(۴۷) ایضاً، ص ۲۴۵۔

(۴۸) ایضاً، ص ۱۹۷۔۱۹۴

(۴۹) ایضاً، ص ۱۹۴۔۱۹۰

(۵۰) سائمن ونچسٹر، محولہ بالا، ملاحظہ ہو: پیش لفظ۔

(۵۱) ایضاً، ص ۲۳۲، ۲۳۵

(۵۲) ایضاً، ص ۲۳۴، نیز پیش لفظ۔

(۵۳) سائمن ونچسٹر، محولہ بالا، دیکھیے: پیش لفظ۔

(۵۴) ایضاً، ص ۲۴۹۔۲۴۸

(۵۵) مقالاتِ تحقیق، (لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء)، ص ۱۳۸۔

(۵۶) رؤف پاریکھ، لفظ جن کی جمع کیا ہے؟ مشمولہ ماہنامہ اخبار اُردو، اسلام آباد (نومبر ۲۰۰۴ء)، ص ۴۴۔۴۳

(۵۷) ملاحظہ ہو فراقی صاحب کا مقالہ بعنوان ''انگریزی ترجمہ ''کشف المحجوب'' (نکلسن) پر ایک نظر، مشمولہ سہ ماہی نئی کتاب، دہلی، شمارہ ۲۱۔۲۲ (اپریل تا ستمبر، ۲۰۱۲ء)، ص ۸۱۔

(۵۸) رؤف پاریکھ، لغوی مباحث، ص ۱۷۲۔۱۷۱

مآخذ:

احمد، علی، (Ahmed , Ali)، A study of the microstructure of monolingual Urdu dictionaries مشمولہ دراساتِ اُردو (Annual of Urdu studies)، میڈیسن: وسکانسن یونی ورسٹی (امریکا)، شمارہ ۲۴، ۲۰۰۹ء، ۷۰۔ ۵۴

بجوئنٹ، ہنری (Henry Bejoint)، Modern lexicography: an introduction، نیویارک: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۰ء [اشاعت، اول ۱۹۹۴ء]۔

پاریکھ، رؤف، لسانیاتی مباحث، کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء۔

______، لغوی مباحث، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۵ء۔

______، لفظ جن کی جمع کیا ہے؟ مشمولہ ماہنامہ اخبارِ اُردو، اسلام آباد، (نومبر، ۲۰۰۴ء)

سیونسن، بو، (Svensen, Bo)، A handbook of lexicography، کیمرج، کیمرج یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۹ء۔

فراقی، تحسین، انگریزی ترجمہ ''کشف المحجوب'' (نکلسن) پر ایک نظر، مشمولہ سہ ماہی نئی کتاب، دہلی، شمارہ ۲۲۔۲۱ (اپریل تا ستمبر، ۲۰۱۲ء)، ص ۸۲۔ ۶۳

قریشی، وحید، مقالاتِ تحقیق، لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء۔

مرے، جیمز (Murray, James)، The evolution of English lexicography، (لندن: سی ایس آئی پی پبلشنگ پلیٹ فارم، ۲۰۱۴ء [اشاعتِ اول ۱۹۰۰ء]۔

ونچسٹر، سائمن، (Winchester, Simon)، The meaning of everything: The story of Oxford English Dictionary، نیویارک: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۳ء۔

ہارٹ مین اور گریگری جیمز، (R.R.K.Hartmann and Gregory James)، Dictionary of lexicography، لندن: روٹلج، ۱۹۹۸ء۔